Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن

الکتاب

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم -33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

اَلْکِتٰبُ کے اصل معنی کھال کے دو ٹکروں کو ملا کر سی دینے کے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ کَتَبْتُ السِّقَاءَ ”میں نے مشکیزہ کو سی دیا۔“ یہیں سے لفظ کِتَابٌ ہے جس سے مراد منتشر اوراق کی جز بندی کر کے انہیں مجتمع اور یک جا کرنا ہے۔ ابن فارس نے بھی اس کے بنیادی معنی یہی لکھے ہیں۔ اس سے کِتَابٌ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے:

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ (البقرہ:۲-۱)

”یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں۔“ جب قرآن حکیم نے اپنے آپ کو کِتَابٌ کہا ہے تو قرآن حکیم منتشر اوراق یا کھجوروں کے پتوں یا ہڈیوں کے ٹکڑوں پر بکھرا ہوا نہیں تھا، بلکہ وہ نزول کے زمانے سے ہی ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب و مدون ہو رہا تھا۔ منتشر حالت میں اسے کِتَابٌ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ کاغذ اس زمانے میں عربوں کے پاس پہنچ چکا تھا اس لیے قرآن حکیم اپنے نزول کے ابتدائی زمانہ سے ہی مدون ہو رہا تھا۔ اَلْکِتَابُ اصل میں مصدر ہے اور پھر مکتوب فیہ (یعنی جس چیز میں کچھ لکھا گیا ہو) کو کتاب کہا جانے لگا ہے۔ (مفردات راغب اصفہانی)

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (النساء:۱۵۳)

”(اے پیغمبر!) اہل کتاب تم سے درخواست کرتے ہیں کہ تم ان پر ایک لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اتار لاؤ۔“

جب کہ قرآن حکیم رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر جیسے جیسے نازل ہوتا جا رہا تھا ویسے ویسے آپ اپنے کاتب ساتھیوں سے ان کو کاغذ کے صفحات پر لکھواتے مدون کرتے جاتے تھے۔ کاغذ اس زمانے میں عربوں کے پاس موجود تھا۔ جس کی شاہدی قرآن حکیم کی اس آیت میں ملتی ہے:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ (الانعام:۷)

"اور (اے پیغمبر!) اگر ہم تم پر ایک کتاب کاغذ پر لکھی لکھائی اتار دیتے۔"

کسی چیز کے ثابت کر دینے، اندازہ کرنے، واجب کر دینے اور عزم کرنے کو کِتَابَة سے تعبیر کرتے ہیں۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ (المجادلہ:۲۱)

"اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور ہی غالب ہو کر رہیں گے۔"

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ (التوبہ:۵۱)

"کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اس کے کہ اللہ نے ہمارے لیے (اپنی کتاب میں) لکھ دیا ہے۔"

کتاب کے معنی فیصلہ اور حکم کے بھی آتے ہیں۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ (المائدہ:۵) "اور ہم نے ان لوگوں کے لیے توراۃ میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان ہے۔" یہاں كَتَبْنَا بمعنی اَوْحَيْنَا وَ فَرَضْنَا ہے۔ (مفردات) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ (البقرہ:۱۷۸) یا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرہ:۱۸۳) ان آیات میں فرض اور ضروری قرار دینے کی معنوں میں آیا ہے۔ یعنی جو کام قانوناً لازم قرار دیا جائے۔ ابن فارس اور لطائف اللغۃ نے بھی الکتاب کے معنی الفرض اور الحکم لکھے ہیں۔ لہٰذا جب قرآن حکیم کو كِتَابٌ کہا گیا ہے تو اس کے معنی ضابطۂ قوانین کے ہیں۔ لوگوں کے اعمال نامے اور ان کی تقدیر کے لیے بھی یہ استعمال ہوا ہے۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (الکہف:۴۹) "ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے جو نہ چھوٹی باتوں کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو، اس نے سب کچھ لکھ رکھا ہے۔" اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ (الحدید:۲۲) "سب ہم نے پہلے سے ایک کتاب میں لکھ رکھی ہیں (یعنی پہلے سے

وہ ایک منضبط قانون کی صورت میں موجود ہے۔) "وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ (الانعام: ۵۹) "کوئی تر یا خشک چیز نہیں مگر کتابِ روشن میں لکھی ہوئی ہے۔" "لَوْ لَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ (الانفال: ۶۸) "اگر اللہ کا حکم پہلے سے نہ ہو چکا ہوتا" کے معنی ہیں کہ اگر یہ بات حکمت الٰہی میں مقدر نہ ہو چکی ہوتی۔ لہٰذا آیت کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (الانعام: ۵۴) "اللہ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کو لازم کر لیا۔" میں بھی اسی حکمت الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔

حق مصدق وہی ہے جو کچھ کتاب میں وحی کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا:

وَ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ ۚ وَ مِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ؕ ﴿۳۲﴾ (فاطر: ۳۲-۳۱)

"اور (اے پیغمبر!) جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اس کتاب (قرآن) سے وہی حق ہے۔ اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے بیشک اللہ اپنے بندوں کے حالات سے واقف اور ان کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا سو بعض ان میں ایسے ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے میانہ رو ہیں اور بعض ان میں سے اللہ کے اذن کے مطابق نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہ بہت بڑا ہی فضل ہے۔"

آیت مذکور سے دو باتیں بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہیں۔

۱) وحی وہی ہے جو الکتاب یعنی قرآن حکیم میں لائی گئی ہے۔ وہی حق ہے جو اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

۲) مسلمان صرف قرآن حکیم ہی کے وارث بنائے گئے ہیں۔

یہ قرآن حکیم مفصل آیات کے ساتھ دیا گیا ہے اور اس میں دین کی تمام باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔

وَّ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ (الانعام:۱۱۴)

"وہی ہے جس نے تم پر الکتٰب نازل کر دی جو کھول کھول کر باتیں بیان کرنے والی ہے۔"

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۸۹﴾ (النحل:۸۹)

"ہم نے تجھ پر الکتاب نازل کی (دین کی) تمام باتیں بیان کرنے کے لیے، اور اس لیے کہ مسلمانوں کے لیے رہنمائی ہو اور رحمت و خوشخبری۔"

قرآن حکیم کو الکتٰب کہا گیا ہے۔ الکتاب کے بنیادی معنی بھی یہی ہے کہ قانون یا جو کچھ ازروئے قانون کسی پر واجب قرار دیا گیا ہو۔ مثلاً سورۃ النساء میں آیا ہے:

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۚ (آیت:۲۴) "حکم ہوا اللہ کا تم پر۔"

یہ حکم ان رشتوں کی فہرست دینے کے بعد ہوا ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ قرآن حکیم میں چونکہ معاشرتی مسائل میں بھی قانون کا لفظ نہیں آیا ہے اس کی جگہ حکم کا لفظ آیا ہے۔ حکم کے معنی فیصلہ کے ہوتے ہیں اور جو فیصلہ یا حکم مستقل اور غیر متبدل ہو تو اسے بھی قانون کہا جاتا ہے۔ تو اس بنیاد پر كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۚ کے معنی ہونگے "یہ تمہارے لیے اللہ کا قانون ہے۔"

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (الانبیاء:۱۰۵)

"ہم نے زبور میں یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث وہ بندے ہونگے جن میں وراثت ارض کی صلاحیت ہو گی۔"

یہاں کتاب کے معنی بلکل واضح ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ زمین کی

حکومت اس قوم کو ملے گی جو جہانبانی کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہو۔ دوسرے الفاظ میں قانون غیر متبدل فیصلے کو کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اشیائے کائنات کے متعلق جو فیصلے کیے ہیں یعنی ان کے جو پیمانے مقرر کیے ہیں وہ غیر متبدل ہیں۔ قوانین فطرت کا یہی غیر متبدل ہونا ہے جس پر سائنس کی رفیع و عظیم عمارت استوار ہے۔

غیر متبدل قانون خداوندی کے لیے قرآن حکیم میں دو الفاظ آئے ہیں۔ ایک کلمۃ اللہ اور دوسرے سنّت اللہ۔ کلمۃ قانون کی نظری حیثیت ہے جسے فارمولا کہا جاسکتا ہے اور سنّت اللہ اس فارمولا کی عملی شکل ہے۔ یعنی جب وہ نظری قانون، عملی پیکر اختیار کرے تو اسے سنّت اللہ سے تعبیر کیا جائے گا۔

بطور قانون میعاد کا لکھا ہوا ہونا بھی قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے: اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ (آل عمران: ۱۴۵) ”اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت کا قانون) وقت مقرر کرکے لکھ رکھا ہے۔“ سورت یونس میں ہے لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ (آیت: ۴۹) ”ہر قوم کے لیے ایک میعاد ہے۔“ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر قوم کے مقدر میں یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اس نے اتنی مدت تک عروج حاصل کرنا ہے اور اس کے بعد ختم ہو جانا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ (الرعد: ۳۸) ہر میعاد کے لیے خدا کا ایک قانون ہے۔ یعنی قوموں کی موت اور حیات اور ان کا زوال و عروج اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق متعین ہوتا ہے۔ جو قوم چاہے اس قانون کے مطابق اپنی میعاد کو بڑھالے۔ جو چاہے اسے گھٹالے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف قانون مقرر ہے۔ اس قانون کے مطابق اپنی مدتِ حیات کو گھٹانا بڑھانا، ہر قوم کے اپنے اختیار میں ہے۔

اسی طرح سورۃ آل عمران میں ہے

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ (آیت:۱۴۵)

"اور خدا کے ٹھہرائے ہوئے قانون (طبعی) کے بغیر کوئی جان مر نہیں سکتی۔" یہی قانون اس کی میعاد کا تعین کرتا ہے۔ وَ مَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ (فاطر: ۱۱) "عمر کا گھٹنا بڑھنا، خدا کے مقرر کردہ قانونِ طبعی کے مطابق ہوتا ہے۔" اس قانون کے طبعی اسباب کا علم انسان کو دے دیا گیا ہے۔ "اور اللہ کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کا وقت مقرر آجائے۔" (المنٰفقون: ۱۱) جیسے ہم غیر متبدل قوانین میں پڑھ چکے ہیں کہ قوانین کے اوپر بھی اللہ تعالیٰ کے دیگر قوانین اذن و قضا کے موجود ہیں، جو علتوں میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ جب علتوں کے سلسلے میں سے کسی علت میں ذرا سی تبدیلی واقع ہوتی ہے تو اس سے واقعات کا رخ بدل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایئرپورٹ جاتے ہوئے ایک آدمی ٹریفک جام میں پھنس گیا اور تاخیر سے ایئرپورٹ پہنچا تو اس کی فلائیٹ جا چکی تھی۔ پھر خبر آتی ہے کہ اس آدمی نے جس جہاز سے سفر کرنا تھا وہ تباہ ہو گیا ہے اور اس تاخیر کے سبب وہ موت سے بچ گیا ہے۔ اس طرح اس آدمی کے لیے موت کا اذن نہیں تھا اس لیے مذکورہ علت نے اس آدمی کے لیے واقعات کا رخ بدل دیا۔ اللہ تعالیٰ کا جوڑا ہوا نظام اس کی پروگرامنگ ہے۔ کَتَبَ کا لفظ اسی پروگرامنگ کو سامنے لاتا ہے۔ مکافاتِ عمل کا قانون اس پروگرامنگ کا بنیادی جزو ہے۔ انسان جو بھی عمل کرتا جاتا ہے وہ عمل انسان کی ان پٹ ہے اور اس کی آؤٹ پٹ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لکھ رکھا ہے یا پروگرامنگ کیا ہوا ہے۔ اب مکافاتِ عمل کے قانون کی رو سے انسان کا کوئی عمل بلا نتیجہ نہیں رہ سکتا۔ قرآن حکیم میں اس کی وضاحت مختلف انداز سے کی گئی ہے۔ سورۃ انفطار میں ہے

وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ (آیت:۱۱-۱۰)

”تم پر اللہ کی طرف سے ایسی قوتیں مسلط ہیں جو تمہیں ہر طرح اپنی نگرانی میں لیے ہوئے ہیں۔ وہ معزز لکھنے والے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔“ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ کی تفسیر یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ نے کر دی ہے، یعنی آپ جو کچھ کرتے جاتے ہو وہ اس پروگرامنگ کا حصہ بنتا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قوانین مقرر ہیں اور تمام چیزیں ان قوانین کے مطابق عمل میں آ رہی ہوتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان قوانین کی ہر لمحہ نگرانی کرتا ہے۔ کیونکہ کائنات میں ہر لمحہ ایجاد ہوتی رہتی ہے یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ (فاطر:۱) اس کے سبب ذات باری تعالیٰ متقاضائے حکمت کے مطابق اشیاء کو وجود میں لاتی اور فنا کرتی رہتی ہے۔ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (الرعد:۳۹) ”اللہ جو بات چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے نقش کر دیتا ہے۔ (لیکن یہ سب کچھ اس کے پاس) لکھے ہوئے کتاب (قانون) کے مطابق ہی ہوتا ہے۔“

قرآن حکیم میں کِتَابٌ اور حِکْمَتٌ دونوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا کہا گیا ہے۔ کِتَابٌ احکام اور قوانین ہیں تو حکمت اس کا مقصد، نتیجہ اور شعور ہیں۔ مثلاً کتب

كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ (البقرہ:۱۸۳)

”تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں (یہ کِتَابٌ یا قانون سے) تاکہ تم تقویٰ شعار ہو جاؤ“ یہ اس قانون کی حکمت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے قوانین کے ساتھ اس کی حکمت کو قرآن حکیم سے معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ اس قانون پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ کیا برآمد ہو گا۔ اگر اسی کے مطابق ہم اللہ تعالیٰ کے قوانین پر ٹھیک ٹھیک عمل اور نتائج کا محاسبہ کرتے جائیں گے تو اسی صورت میں ہی ہم کامرانیوں اور سعادت مندیوں کے حصول کے حقدار بن سکیں گے۔ ❖❖